اقبال کی کہانی پر تبصرے سے متاثر ہوکر

از

(جناب ڈاکٹر ظہیر الدین احمد صاحب جامعی)

محترمی زاد مجدکم ومتعنا اللہ بافاداتکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

مؤقر ماہنامہ "برہان" کی حالیہ اشاعت میں میری ایک نہایت ہی حقیر کوشش "اقبال کی کہانی" کے متعلق آپ کے گرامی تاثرات میری نظر سے گذرے۔ لہجہ کی سنجیدگی متانت اور شائستگی نے مجھ کو بہت متاثر کیا ہے، تنقید برائے تحقیق کی یہ ایک جاندار مثال ہے، اسی سے علم چھنتا، علم کی راہیں کھلتیں اور حقیقت تک پہنچنے میں ہم کو بڑی مدد ملتی ہے۔ تنقید کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس کی غرض تحقیق نہیں تعریض ہوا کرتی ہے اس تنقید برائے تعریض سے نفس امارہ کی تسکین، خرافات نفس کی تشفی تو ہو سکتی ہے لیکن علم کی گتھیاں نہیں سلجھ سکتیں۔ اس سے تو رشتۂ علم پر پہلے ہی سے پڑی ہوئی بہت سی گرہوں میں ایک گرہ کا اور اضافہ ہو جاتا ہے اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا۔ آپ کی تنقید کے اسی برگزیدہ اندازِ تحقیق نے میرے اس "عجالۂ ناقصہ" کے متعلق جو چند اہم تنقیحات پیدا کی ہیں انھوں نے مجھ کو اپنے افکار و خیالات کا از سرِ نو جائزہ لینے پر مجبور کر دیا ہے اور محض تشاور اور تبادلۂ فکر کے لئے میں آپ کی خدمت میں کچھ باتیں پیش کر رہا ہوں کہ اگر ان سے آپ کا اطمینان ہو سکا تو پھر مجھ کو اپنے پیش کردہ افکار میں کسی ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی ورنہ آپ کا فیاض علم مجھ کو اپنے خیالات کی اصلاح پر اس طرح مطمئن کر دے گا کہ دوسری اشاعت کے موقع پر مناسب ترمیم کے ساتھ اپنے خیالات کو پیش کروں۔

مولویت اور صوفیت اگر نام ہے مذہب کی روح سے اُس سرشاری کا جو آدمی کو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہمیشہ سر بکف۔ احقائے باطل کے لئے متحرک اور بے چین اور "می نگنجد در جہانِ دیگراں" کا جاندار مصداق بنا دیتی اور عالم قرآن کو وجود میں لانے کے لئے اس فرسودہ عالم کو میٹ

کر رکھ دینے کی کم از کم آرزو اور تڑپ سے قلب و دماغ کے ہر گوشے کو گھیر لیتی ہے تو پھر میں آپ کے اس خیال سے پوری طرح متفق ہوں کہ اقبالؔ ایک کٹر مولوی اور ایک کٹر صوفی تھا بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ قدرت نے گذشتہ سات سو سال میں ایسے چند ہی مولوی اور صوفی پیدا کئے ہیں۔ اس مولویت اور صوفیت کے بلند مقام پر فائز تو سب سے پہلے ذات قدسی صفات حضرت رحمۃ للعالمین (صلعم) تھی۔ اسی مولویت اور صوفیت نے ابوبکرؓ کو صدیق، عمرؓ کو فاروق، عثمانؓ کو غنی، اور حیدرؓ کو کرار بنایا تھا۔ اور اسی منصب پر فائز ہونے کی تمناء میں اقطاب و اولیاءٔ اتقیاء و صالحین نے عمریں گذاریں۔ اسی سے بدر و حنین میں گرمی پیدا ہوئی تھی۔ اور اسی نے حسینؓ کو وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل بلند کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ حاشا و کلا اس مولویت اور صوفیت کے خلاف بے احترامی کا کوئی جذبہ نہ میں نے پیدا کیا ہے اور نہ کبھی اس کا وہم و گمان بھی رومیؔ اور اقبالؔ کے ایک ادنیٰ حلقہ بگوش کی حیثیت سے مجھ کو ہو سکتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس میں تو اس کا کوئی معمولی سے معمولی شائبہ بھی اپنے اندر پیدا ہو جانے کی دلسوز دعائیں کرتا رہتا ہوں اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔

اس کے علاوہ مولویت اور صوفیت کی جو بھی شکلیں ہیں اور ایک حد تک ان کی جانب آپ نے بھی اشارہ کیا ہے وہ قرآن کی نظر میں جو اقبالؔ کا نقطۂ نظر ہے، مردود، مذموم اور بہر حال میٹ دینے کے قابل ہے۔ مِت نئی قباؤں میں یہ خود کو ظاہر کرتی رہتی ہیں۔ اپنے ہی ساختہ پرداختہ اصنام سے ان کے قلب معمور ہوتے ہیں۔ فرمانرواؤں کی قوت ان کی معبود ہوتی ہے اور انھی کی مصلحت اور مفاد کے لئے یہ سوچتے ہیں اور انھی کے منشاء و مراد کے مطابق اپنی دل نشین تقریروں سے تجدید اور احیائے دین کے فرائض انجام دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ غیر کی تعمیر کے لئے ملت کی تخریب میں ان کو لطف ملتا ہے۔ گفتہ ہائے بے عمل کی ان چلتی پھرتی تصویروں کو اگر موقع ملے تو کعبۃ اللہ کے ملبہ سے کسی دیر کی تعمیر تک میں ان کو تامل نہ ہو۔ عبادت، تن پروری اور مفت خوری کے یہ مجسمے مرگِ ناتمام کی جنگل میں اپنی روح کو دیئے ہوئے۔ خاکِ مزار کو کسب معاش کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔

خانقاہوں کے یہ مجاور اور گورکن، بزرگانِ دین کے مقبروں کی اس تجارت اور اپنی خود ساختہ اوضاع و اشکال کو تعبدانہ اور الٰہی اہمیت دے کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اپنی پیدا کی ہوئی بدعتوں کو شعائرِ دینیہ کا درجہ دیتے ہیں اور اس طرح مذہب اور دین سے عام بیزاری اور تنفر پیدا کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی مولویت اور صوفیت کے خلاف اقبال نے جو جہاد کیا ہے اس کا خود آپ کو اعتراف ہے' عالمِ قرآن کا متحقق ہونا اقبال کی نظر میں موقوف ہے ان بتوں کے ڈھا دینے پر۔ اقبال کے خیال میں ان کم نگاہ، کور ذوق، ہرزہ گرد ہستیوں کے قال و اقوال نے ہی ملت کے پرخچے اڑا دئے ہیں ان کو وہ قرآن فروش کہتا ہے جن کی تحریف و تاویل نے روح الامین تک کو مضطرب اور پریشان کر رکھا ہے اس کی نگاہ میں یہ دین فروش سوداگر ہیں جو رحمۃ للعالمین کے دین کی حکمت سے قطعاً بے نصیب ہیں۔ ان کے نزدیک ام الکتاب کی ایک افسانہ سے بڑھ کر کچھ قیمت نہیں۔ اسرارِ کتاب تک ان کی جامد فکر کی رسائی اتنی ہی ناممکن ہے جتنا کسی مادر زاد اندھے کا آفتاب کو دیکھنا۔ اس دین کو جس کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں اقبال ع "دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد" کہتا اور اس دین سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہے جو انسان میں بیداری اور مسائلِ حیات کو پوری توانائی کے ساتھ حل کرنے کی بجائے آدمی پر غنودگی طاری کر دے اور زندگی کے تقاضوں اور مشکلات سے کترا کر بچ نکلنے کی ترغیب دے۔ اس کی نگاہ میں دین کے یہ مظاہرے سحر و افسوں تو ہو سکتے ہیں لیکن دین ہرگز نہیں۔ اُن کے افیون کی گولیاں ہونے میں تو کلام نہیں لیکن مذہب ہرگز نہیں۔

آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے ایک قوم وجود میں آئی جس کی اصل ایک باختہ رنگ شرارے سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن ایک اُمّی کے فیضِ نظر اور اس کی برگزیدہ حکمت کے اثر نے اس کو خورشیدِ جہانگیر اور آشنائے نہاں خانۂ تقدیر بنا دیا۔ اپنے ہر قدم سے وہ سینکڑوں ہنگاموں کی صورت گری اور اپنے فلک شکن نعروں سے وسعتِ افلاک میں غلغلے پیدا کر رہی تھی۔ اس کا مُکّا بڑے سے بڑے باطل کی گردن توڑ کر رکھ دیتا اور اس کے تیوروں کو دنیا کی قوتیں اہتمام کی نظر سے دیکھا کرتیں۔ ویرانوں کو گلزار بناتی، بے آبرو انسانیت کے مرتبہ اور وقار کو بڑھاتی اور مظلوم انسانیت کی ہر گونہ بہبودی اور صلاح

کے سامان مہیا کرتی ہوئی وہ آگے ہی بڑھتا جاتی تھی۔ اس آسمان کبود کے لئے یہ ستارے آنکھوں کا کام دیتے تھے اور وہ ان آنکھوں سے اس کی خوش خرامیوں کو دیکھ کر مست ہوجایا کرتے تھے آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ باتیں خواب وخیال اور ایک پارینہ افسانہ ہو کر رہ گئی ہیں ذوقِ جعفر سے محروم اور کاوشِ رازی سے لرزاں، ترساں اور گریزاں یہ مولوی وصوفی عروج رفعت سے اس کو گرارہے اسلام کی عظمت وشوکت کے پرچم کو سرنگوں کر رہے، دین حق کی کافری سے زیادہ رسوائی کر رہے اور اپنی کافرگری کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ قطع وبرید کے ذریعہ اپنی شکل وصورت میں ایک ذرا سا تغیر اور اپنے طور وطریق، وضع وقطع میں اک ذرا سی تبدیلی ان کے لئے اسرارِ دین اور رموزِ مذہب کی ٹھیکہ داری اور فکر کی سرمایہ داری کی ضمانت دینے لگتی ہے اور ان کو انسانیت کے لئے شاہراہِ دین کو تنگ سے تنگ تر کرنے کے بڑے ہی نجس اور ناپاک موقعے ملتے جاتے ہیں۔ یہ مذہب جس کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں، غیر مسلموں کے لئے کوئی ترغیب تو کیا بن سکتا اس سے تو خود ان لوگوں کا دم گھٹ رہا ہے جو اس کو قبول کئے ہوئے ہیں۔ یہ داستان گو اور افسانہ بند مستیاں نامۂ میزان کے خود ساختہ قصے بیان کرنے میں تو اپنی چرب زبانی کے جوہر دکھاتی ہیں لیکن "قیامت موجود" سے غافل اس مسکین ملت کو نت نئی قیامتوں کا شکار بنا رہی ہیں۔ اپنے سحر وافسوں سے تسلیم ورضا۔ توکل وقناعت کی جو قطعاً غیر شرعی، غلط اور غیر فطری تعلیم انھوں نے اس غم زدہ اور بدنصیب قوم کو دی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج وہ اپنے ہاتھ پیر توڑے ہوئے دنیا کے تاریک کونوں میں اپنی قسمت کو پیٹ رہی ہے، اپنے کاسۂ گدائی ہی پر ناز کر رہی اور اپنی تقصیر اور کوتاہی کے متناسب دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہی ہے صوفی وملا کی شراب نے یہ انجام کیا ہے اس قوم کا جس کے لئے کہکشاں جائے نماز کا کام دیا کرتا تھا۔

میرے بھائی! ملت کا یہ حشر کیا دل خون کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ملت کی تباہی کے اسباب کی ایک طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے لیکن رومی اور اس کے برگزیدہ حلقہ بگوش اقبال نے سرفہرست اسی نام نہاد مولویت اور صوفیت کو رکھا ہے، انھی اکابرِ عرفاء کے ایک حقیر شارح ہونے کی سعادت مجھ کو حاصل ہو رہی ہے۔ میں نے بھی ادبارِ ملت کے اسباب میں انھی کو مقدم کیا ہے علاوہ اس ملت کی گذشتہ سات سو سالہ تاریخ کے مطالعہ کے گذشتہ نصف صدی میں

اکثر بلادِ اسلامیہ کے متعلق خود میرے اپنے ذاتی تجربے، مشاہدے اور شخصی معلومات اور ربط واتصال نے اس خیال کو زیادہ سے زیادہ تقویت دی اور اقبال اور رومی کے ہم نوا بنا دیا ہے۔ مملکت عثمانیہ کو انقلاب سے قبل بھی میں نے دیکھا ہے اور متضاد افکار وخیال کے ترکوں سے میں نے شخصی ربط پیدا کیا تھا۔ قاہرہ میں جب پہلی مرتبہ میں نے مصطفےٰ کمال کے انقلاب کی خبر پڑھی تو میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ یہ چیز اوروں کے لئے تو یقیناً حیرت کا موجب بن سکتی تھی لیکن میرے لئے ہرگز نہیں۔ میں تو بعض دفعہ بیٹھا ہوا یہ سوچا کرتا تھا کہ یہ انقلاب اب تک کیوں نہ آیا۔

مصطفےٰ کمال کے انقلاب کے دوسرے رُخ یعنی مذہب ومملکت کی علیحدگی کی تحریک سے آج روئے زمین پر شاید ہی مجھ سے بڑھ کر کوئی دردمند ہو۔ یقیناً یہ ملت کُش، روحِ قرآن کے مغائر اور خود زندگی کی بلند حقیقتوں کی معاند ایک تحریک تھی جس کو افغانی اور سعید حلیم کی فکر روشن میں کی رہنمائی اور اقبال کے مشورہ سے

بیا میزند چوں نورِ دو قندیل   مندیش افتراقِ ملک ودیں را

کے مطابق ایک طبعیٔ قدرتی اور فطری شکل دی جاتی تو نہ معلوم آج ملتِ اسلامیہ خودداری، خود آگاہی، عظمت واقتدار کے کن بلند مقامات پر پہنچ چکی ہوتی یہی ملت سیاست کے ان پیچیدہ اور گنجلک عقدوں کو جن کے حل سے آج انسانیت قاصر دکھائی دے رہی ہے، اپنے ناخن تدبیر سے حل کر دیتی۔ احیائے ملتِ اسلامیہ کے فرائض انجام دیتی اور اقوام عالم کی سیادت اور زعامت کے منصب تک خود کو پہنچا سکتی تھی۔ یہ نہ ہوا اور اس لئے نہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے مولوی اور صوفی نے یہ نہ ہونے دیا۔ مصطفےٰ کمال نے غلطی کی اور اس لئے غلطی کی کہ مولوی اور صوفی نے اس کو اس غلطی پر مجبور کر دیا لیکن اس کے ساتھ مجھ کو تو اس اعلان اور تصریح میں بھی تامل نہیں کہ خدا کے نام پر شیطنت کی جڑیں مضبوط کرنے اور ابلیس کی گرم بازاری سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ایک دفعہ خدا ہی کا انکار کر دیا جائے تو اس سے آدمی کم از کم لا کے درجہ میں آجاتا اور خود اس کی فطرت تھوڑی سی ٹھوکریں کھانے کے بعد اس کو اِلّا کی طرف ڈھکیل دیتی،

در مقامِ لا نیاساید حیات   سوئے اِلّا می خرامد کائنات

جامعۂ ازہر کے مولویوں اور جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کی پیداوار، سعد زاغلول کی تحریک آزادی کے علمبرداروں سے ایک طویل عرصہ تک مجھ کو بہت ہی قریبی ربط اور تعلق رہا ہے، گو میں مصری نہ تھا لیکن فواد اول، شاہ مصر کے

آئے کاران مولویوں کے آئے دن اور ہر قدم پر تحریک آزادی کی راہ میں رکاوٹیں اور دشواریاں پیدا کرتے رہنے سے میرا دم گھٹا کرتا تھا اور آج میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنی زندگی میں سعد زاغلول کی اپنی مساعی کے ثمرات سے محرومی زیادہ تر نتیجہ تھی ان ہی مولویوں کی دسیسہ سازیوں کا۔ معزول شاہ فاروق کے سلسلہ میں ان کی ساز باز اور پرستان پیرس میں رقص و سرود کے اس متوالے کو سادات بنی ہاشم کا ایک نجیب الطرفین سیدزادہ ثابت کرنے میں ان کی آپس میں مسابقت اب کوئی راز کی بات نہیں رہی۔ میں قاہرہ ہی میں تھا۔ ابھی معزول شاہ فاروق کی ولادت کا جشن منایا جا رہا تھا۔ شاہ فواد کی سرکاری قیام گاہ "قصر عابدین" بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ مبارک سلامت کے شادیانے بج رہے تھے۔ تہنیت و تبریک میں جامعۂ ازہر کے یہی مولوی اور صوفی پیش پیش تھے لارڈ ایلنبی برطانیہ کے ریزیڈنٹ مقیم قاہرہ کے دوش بدوش، شاہی عشائیہ کی ان گنت نعمتوں سے بلا خوف بدہضمی اپنے معدوں کو بھر رہے تھے اسی وقت اور اسی لمحہ مصر کی شاہراہیں اور گلی کوچے ایک دوسرا بہت ہی بھیانک منظر پیش کر رہے تھے، فاتح فلسطین، ایلنبی کی فوجیں نوجوان طلباء اور بوڑھے فدایان وطن کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا رہی تھیں، کبوتروں کی طرح ان کو گرا رہی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت سعد زاغلول کو گرفتار کرکے مالٹا میں نظربند کرنے کے لئے جہاز پر سوار کرایا جا رہا تھا۔ جنرل نجیب کے انقلاب نے کسی اور کو حیران و پریشان کیا ہو تو کیا ہو، میں تو اس لئے حیران ہوں کہ یہ انقلاب اتنی دیر سے کیوں آیا؟

آج ایران میں ڈاکٹر مصدق کے خلاف جو شورش برپا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور شاہ پرستی کے جس ناپاک جذبہ کو اشتعال دیا گیا ہے، اس کا سراغ آپ کو آیت اللہ کاشانی کی چار دیواری میں ملے گا۔

اس دوسری قسم کی مولویت اور صوفیت پر میں نے اپنی حقیر کوشش میں ضرور تنقید کی ہے۔ اس کا بھی مجھ کو اعتراف ہے کہ میری تنقید کا لہجہ کسی قدر تلخ ہو گیا ہے لیکن اس لہجہ سے بہرحال نرم اور ملائم ہے جو خود قرآن اور رومی اور اقبال نے استعمال کیا ہے۔ قرآن ان "قاسیۃ القلوب من ذکر اللہ" کو "ویل" کا مستحق قرار دیتا ہے اور "ضلال مبین" میں گرفتار کہتا ہے۔ یہ مجھ سے کیسے خواہش کی جا سکتی ہے کہ اس ضلال مبین سے احتراز پیدا کرنے کی بجائے کسی کے قلب میں اس کا کوئی شائبہ ترغیب پیدا کر سکوں

اپنے فکر کی ان چند الجھنوں کو آپ سے تشاور فی الامر اور تبادلۂ فکر کے لئے پیش کر رہا ہوں اور متوقع ہوں کہ یہ "برہان" کے قیمتی صفحات پر جن سے ہمیشہ "الحقیقۃ تثبت البحث" کا عملی ثبوت ملتا رہا ہے، اگراں نہ گذریں گے۔ آپ کی گرامی تنقید کے متعلق کسی مناقشہ میں الجھ کر صحافت کی آزادی میں دخل انداز ہونا ہرگز مقصود نہیں ہے، مقصد صرف اس التباس فکری کو رفع کرنا ہے جو زیر بحث تالیف میں کسی ناتمام بحث کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ برہان کے قارئین کی کسی تعداد کو میری ان توضیحات کی روشنی میں آپ کے گرامی تبصرہ کو پڑھنے، کوئی رائے قائم کرنے اور اگر ممکن ہو تو مجھ کو مشورہ دینے کا موقع مل سکے گا